غلام احمد قادیانی (السلام)

ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان پنجاب

THE ALFAZL
QADIAN

اخبار الفضل قادیان
ہفتہ میں دوبار

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی ۶ عمر
ششماہی ۳ عہ
سہ ماہی ۲ عہ
بیرون ہند ۸ عہ

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (سنہ ۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر (۶) — مورخہ ۲۳ جولائی سنہ ۱۹۲۴ء — یوم چہار شنبہ — مطابق ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۴۲ ہجری — جلد ۱۲

مدینۃ المسیح

جماعت احمدیہ کو مبارک ہو کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۸/ ۱۷ جولائی کی درمیانی رات حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کے ہاں فرزند تولد ہوا۔ خدا تعالیٰ اس مولود کو لمبی عمر عطا فرمائے۔ حضرت مسیح موعود کے مقدس خاندان اور احمدیت کے لئے مبارک بنائے۔ آمین۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب نے عصر کے بعد مسجد اقصیٰ میں قرآن کریم کا درس اور حضرت مولوی سرور شاہ صاحب نے حدیث کا درس شروع فرما دیا ہے۔

مدرسہ احمدیہ موسمی تعطیلات کے لئے بند ہو گیا ہے۔

امسال سات طلباء نے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں (۱) مولوی اللہ دتا صاحب (۲) مولوی عبد الواحد صاحب ... (۳) مولوی فضل الدین صاحب (۴) مولوی تاج الدین صاحب (۵) مولوی عبد اللہ صاحب مالاباری (۶) مولوی عزیز بخش صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا سفر یورپ
بٹالہ سے بمبئی تک کے تفصیلی حالات

احباب یاد رکھیں کہ اخباری رپورٹ میں وہ تصریحات جو سفرنامہ میں ہو سکتی ہیں نہیں ہونگی۔ خاکسار یعقوب علی تراب عرفانی

بٹالہ سٹیشن بٹالہ سٹیشن پر گاڑی آچکی تھی۔ جب حضور کی موٹر سٹیشن پر آئی۔ دیر سے پہنچنے کی وجہ ایک تو بیر الدعا پر لوگوں کے مصافحہ کرنے میں بہت وقت صرف ہوا۔ پونے دس کے قریب وہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ پھر راستہ میں موٹر اپنی معمولی امراض میں مبتلا ہوتے رہے۔ اور حضرت اگر کچھ آگے نکل جاتے۔ تو ٹھہر کر دوسری موٹر کا انتظار فرماتے۔ باوجودیکہ وقت تنگ ہو رہا تھا اور خدام سخت گھبرا رہے تھے۔ کہ مبادا ٹرین نکل جاوے مگر حضرت کے چہرہ پر اطمینان اور مستقل مزاجی کی رو دوڑتی نظر آتی تھی۔ باوجودیکہ موٹر دیر سے پہونچے۔ اور گاڑی بھی آچکی تھی۔ لیکن آپ اسی اطمینان سے اترے۔ اور احباب سے مصافحہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔

اژدہام بٹالہ سٹیشن پر احباب و خدام اور دوسرے لوگوں کا اس قدر مجمع ہو گیا تھا کہ جماعت بٹالہ نے باوجود فوٹو کا انتظام کیا ہوا تھا۔ مگر اس میں کامیابی نہ ہو سکی جس طرح سمندر میں موج اٹھتی ہے۔ اسی طرح انسانوں کی یہ متحرک جماعت ایک عجیب منظر پیش کرتی تھی۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب نے بھی فوٹو لینا چاہا۔ اور بٹالہ کے احباب نے بھی بہت کوشش کی۔ مگر کامیابی محال ہو چکی تھی۔ بٹالہ سٹیشن پر ضلع گورداسپور کی مختلف جماعتوں کے نمائندے کثیر تعداد میں موجود تھے۔ اور چونکہ بٹالہ

باب القادیان ہے

اسلئے قادیان کے اکثر احباب بھی مشایعت کے لئے یہاں آئے اور بعض انہیں سے سہارنپور تک پہنچے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ میاں فخر الدین صاحب مالک کتاب گھر اور

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل سہارنپور تک آئے۔ مستری فضل کریم صاحب کا دوسرا لڑکا لودہانہ تک ساتھ آیا ان کے علاوہ خان صاحب منشی فرزند علی صاحب جج راولپنڈی سے قادیان آئے تھے۔ وہ جالندہر تک سعادت اندوز رہے ؛

گاڑی کی روانگی

گاڑی کی روانگی کا نظارہ قابل دید تھا سینکڑوں آدمی پائدانوں پر کھڑے تھے اور سینکڑوں کی تعداد میں گاڑی کے ساتھ دوڑتے تھے۔ اور اپنی انتہائی کوشش سے ایسی سابقت کرنا چاہتے تھے۔ کہ اس سے آگے نکل کر اپنے آقا کے پاس پہنچ جاویں اور مصافحہ کریں

اخلاص قربانی کیلئے تیار کر دیتا ہے

دراصل نفسیات کا یہ سِر ہے کہ جب کسی چیز کی محبت غالب آجاتی ہے۔ تو اس کیلئے انسان ہر قسم کی قربانی حتیٰ کہ اپنی جان کو بھی قربان کر دینا آسان سمجھتا ہے۔ ان دوستوں کے جذبات محبت و اخلاص اور ہراس جان میں ایک جنگ ہو رہی تھی۔ آخر محبت خوف پر غالب آئی۔ اس لئے انہوں نے مصافحہ اور خدا حافظ کہنے کی اس جدوجہد میں اگر خدانخواستہ پاؤں پھسل گیا یا دھکہ لگا۔ تو کیا نتیجہ ہوگا ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ گاڑی اپنی رفتار سے دوڑتی تھی۔ اور احباب ساتھ ساتھ دوڑتے اور مصافحہ کرتے تھے۔ وہ وقت خطرہ کا تھا۔ اگر ایک ہی آدمی ہوتا تو ممکن تھا۔ خطرہ کم ہوتا۔ مگر جب ایک کثیر تعداد دوڑتی ہوتی جا رہی ہو۔ تو خطرات بڑھ جاتے ہیں ایک دوسرے کے دھکہ کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ

اس رُوح کے بغیر ترقی نہیں ہو سکتی

جب تک کوئی قوم کوئی جماعت اپنے اندر یہ شعور پیدا کر کے فیصلہ نہیں کر لیتی۔ کہ وہ اپنے امام کے لئے ہر قسم کی قربانی کیلئے انشراح تام رکھتی ہے۔ اس وقت تک اس کی کامیابی

امام کیلئے اپنی ہر قربانی کا جذبہ پیدا کرو

اور ترقی کا خیال ایک موہوم خیال ہوتا ہے اس جس کے پیدا ہونے کے یہ علامات تھے۔ اور ایسے ہی موقعہ پر اس کا امتحان ہو جاتا ہے۔ یہ بے شک ایک معمولی اور ادنیٰ سی بات تھی۔ مگر اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا۔ کہ تم میں سے کوئی مومن ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ میں اس کے باپ اور اولاد سے بھی بڑھکر اس کا محبوب نہ ہو جاؤں۔ اس میں یہی سِر ہے۔ کہ قربانی کی رُوح کامل طور پر آئی

ڈر محسوس ہی نہیں ہوتا اس وقت تک طبیعت اسی روح سے بھری جو کام کرنے کی حالت میں بھی اصل میں جب ایک بہت بڑا احساس ہو۔ تو دوسرے احساس اسکے نیچے دب جاتے ہیں یہی میرا حال ہو رہا کام کی ضرورت اور اہمیت اور فکر نے مجھے اپنی صحت کا خیال آنے ہی نہیں دیا۔

محبت سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ بہرحال یہ نظارہ محبت امام کا ایک پیارا منظر تھا۔ جس کے ساتھ دیکھنے والوں کے لئے خوفناک منظر تھا۔ اور خطرہ تھا کہ کسی کو نقصان نہ پہنچ جاوے۔

مگر یہ جماعت مخلصین دوڑتی رہی جب تک پلیٹ فارم ختم نہ ہو گیا۔ اور ریل کی تیز رفتاری نے ان کو پیچھے نہ ڈالدیا۔ پائدانوں پر جو جماعت تھی وہ کھڑی رہی ہے۔

وسعت قلب کا ایک بیرسری نظارہ

آپ کی گاڑی کا کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ مگر پھر بھی آپ نے کسی کو اندر آنے سے روکنے نہیں دیا۔ یہ اسی محبت کا نتیجہ تھا جس سے یہ کشش اور جذب لوگوں میں پیدا ہوا۔ حقیقت میں آپ کی اسی محبت کی تاریں ہی تو تھیں جو دوسروں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ اپنے خدام کے لئے آپ خود بھی ہر قربانی کو آسان سمجھتے ہیں ریلوں پر اکثر دن ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ کس طرح باوجودیکہ جگہ ہونے کے آپس میں لڑتے اور جھگڑتے ہیں یہاں حالت ہی اور ہے۔ شدید گرمی کا موسم ہے۔ اور ہجوم کا صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ مگر باوجود اس کے نہایت خوشی اور خندہ پیشانی سے مخلوق کو اندر جمع کر رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے اس امر کی کہ

محبت محبت کو پیدا کرتی ہے

غرض گاڑی کی تیزی رفتار نے نظروں سے بیٹا کے منظر کو چھپا دیا۔ مگر پائدانوں پہ جڑی ہوئی مخلوق اور اس نظارہ کا تصور دماغ میں اسکی یاد تازہ کر لیتا تھا۔ کہ ہم امرتسر پہنچے۔ بٹالہ کے آگے تمام اسٹیشنوں پر زائرین کا ایک تانتا بندھا ہوا تھا۔

کثرت کام کا اثر

گاڑی میں بیٹھے سوال کیا کہ گذشتہ کئی ماہ سے جو مصروفیت ہے۔ اور جس کثرت سے کام ہوا ہے۔ اس کے بعد صحت پر اب کیا اثر ہے فرمایا:۔

نظم

متھرا اسٹیشن پر حضرت خلیفۃ المسیح کو الوداع

(از عبد الغفار خان صاحب ناطق احمدی۔ متوطن قائم گنج)

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ یورپ کو جاتے ہوئے ۱۳ جولائی جب ریلوے اسٹیشن متھرا پہنچے۔ تو خان عبد الغفار خان صاحب احمدی ناطق برادر جناب نواب اکبر یار جنگ غلام اکبر خان صاحب معتمد عدالت و کوتوالی و امور عامہ حیدر آباد دکن نے پیش کی۔

قصدِ لندن کیا ہے حضرت نے
سُنکے نکلی دُعا مرے دل سے

تھوڑا تھوڑا ملالِ ہجر ہوا
سیر و تفریح سے نہیں مطلب

پھر اُمیدیں بندھیں مرے دل میں
حل ہوئیں مشکلات فکر عظیم

کیا عجب ہے کہ فیض حضرت سے
ٹوٹ جائے قلم کفر و صلیب

بھید کھل جائے سارے عالم پر
بول بالا ہو دینِ احمد کا

ہاتھ پر تیرے ہو یہ فتح عظیم
احمدی پھر کہیں یہ غیروں سے

دل کے احباب سب کہیں آمین

یہ خبر قادیان سے آئی
ہو مبارک یہ عزم فرمائی

رفتہ رفتہ ہوئی شکیبائی
بہرِ حق ہے یہ کار فرمائی

فکر نے کی جو نکتہ آرائی
جس سے تسکین قلب نے پائی

رام ہو جائے قوم عیسائی
چاک ہو پردۂ کلیسائی

پوچ ہے اعتقاد عیسائی
سرنگوں ہو نشان پاپائی

ہو عدو کو شکست و رسوائی
کیسی تعبیر خواب کی پائی

شعر اگلا جو پڑھ لے شیدائی

(اشارہ بطرف خواب حضرت خلیفۃ المسیح ولفظ ولیم دی کنکرر)

بہ سفر رفتنت مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی

آمین! آمین!! آمین!!!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
قادیان دار الامان - ۲۲ جولائی سنہ ۱۹۲۴ء

مسلمانانِ ہند کی تنظیم

خلافت ٹرکی کی تباہی و بربادی اور مسلمانان ہند کی روز افزون پراگندگی اور بدحالی سے متاثر ہو کر اب پھر ایک بار یہ امر معرض بحث میں آیا ہے۔ کہ مسلمانوں کی تنظیم کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اس کام کو ہندوستان کی مرکزی خلافت کمیٹی کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہیئے۔

یہ تجویز مرکزی خلافت کمیٹی کا اجلاس منعقدہ دہلی میں منظور کی گئی ہے۔ اور اس کے متعلق ایک پروگرام بھی منظور کیا گیا ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

"(۱) قوم کی تمام سیاسی و دیگر سرگرمیوں اور نیز خلافت کمیٹیوں کی تنظیم و ترتیب اور نگرانی و ہدایت کا کام جہاں تک ممکن ہو۔ ایسے افراد کے سپرد کیا جائے۔ جو اس کام کے لئے اپنا سارا وقت دے سکیں۔

(۲) مسلم رضاکاروں کی جماعتوں کی از سر نو تنظیم کی جائے۔ تاکہ ہر جگہ ان کی باقاعدہ اور منظم جماعتیں قائم ہو جائیں۔

(۳) مساجد میں ابتدائی تعلیم کے مکاتب جاری کئے جائیں۔ اور جمعہ اور جماعت کی تنظیم کے متعلق خلافت کمیٹیاں کوشش کریں۔

(۴) نائٹ سکول قائم کئے جائیں۔ جن کے ذریعہ عوام میں نوشت و خواند کی استعداد عام طور پر پیدا ہو جائے

(۵) مسلمانوں کی اقتصادی حالت کی درستی کے لئے ایسی تعلیم گاہوں کا قیام جہاں مختلف پیشوں اور صنعتوں کی تعلیم دی جائے۔

(۶) اسلامی اوقاف کی حفاظت و نگرانی کا کام بھی خلافت کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

(۷) صدقات و زکوٰۃ کا اہتمام کیا جائے۔ اور احکام شرعی کے مطابق ان کو مصرف میں لایا جائے۔ اور ہر مسلم کے گھر سے چندہ وصول کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۸) قوم کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لئے مسلم بنک اور مجالس امداد باہمی قائم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ لہذا جمعیتہ العلمائے ہند سے درخواست کی جائے۔ کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق ماہرین اقتصادیات سے حالات دریافت کرنے کے بعد شرعی نقطہ خیال کا اظہار کریں۔

(۹) بیوگان کی امداد اور یتامیٰ کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے۔

(۱۰) قومی پنچائتیں قائم کی جائیں۔ اور مقدمات کی کثرت کو روکنے کی کوشش عمل میں لائی جائے

(۱۱) مسلمانوں میں کھدر کی ترویج کے لئے سرگرم کوشش کی جائے۔

(۱۲) ان اغراض کی تکمیل کے لئے ایک جنرل فنڈ قائم کیا جائے جس میں سے ۱/۲ حصہ بطور ریزرو فنڈ کے رہے۔"

اس پروگرام کو دیکھ کر اگر کوئی بات سمجھ میں آتی ہے۔ تو صرف یہ کہ خلافت ٹرکی کے خاتمہ اور اس کی بحالی کی طرف سے قطعی ناامیدی نے مرکزی خلافت کمیٹی اور اسکی تنخواہ دار عملہ کو بیکار بنا دیا ہے۔ اور خلافت کمیٹیوں کے بیسیوں چھوٹے بڑے ارکان کے لئے کوئی دھندا باقی نہیں رہنے دیا۔ اس کا انتظام سوچا گیا ہے۔ جیسا کہ مسٹر محمد علی صاحب نے مرکزی مجلس خلافت کے جلسہ میں مسلمانوں کی تنظیم کے مسئلہ پر تقریر کرتے ہوئے فرما بھی دیا کہ:-

"خلافت کا کام اب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ہم وفد کو بھیجیں اور عرب کے متعلق ہر موقعہ پر انگریزوں کی مخالفت کریں۔ لہذا ہمیں اصلاح المسلمین کا کام کرنا چاہیئے۔" (ایسٹرن ۲۹ جون)

گویا "اصلاح المسلمین" کا کام جس کا نام مسلمانان ہند کی تنظیم رکھا گیا ہے۔ صرف اس لئے اختیار کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے کہ "خلافت" کا کام بند ہو گیا ہے۔ اس نیت اور اس ارادہ کے ماتحت وہی پروگرام تیار ہو سکتا تھا۔ اور وہی ہونا بھی چاہیئے تھا۔ جو تیار کیا گیا ہے۔ ورنہ کجا یہ پروگرام اور کجا مسلمانوں کی تنظیم۔

کسی قوم اور جماعت کی تنظیم نہایت ضروری اور مبارک چیز ہے۔ اور یہ صاف بات ہے کہ اسوقت تمام روئے زمین پر مسلمانوں سے بڑھ کر تنظیم کی محتاج اور کوئی قوم نہیں لیکن اسمیں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ مسلمانوں کو منظم کرنے۔ ان کی پراگندگی اور انتشار کو دور کرنے کے لئے آج تک جو بھی طریق اختیار کئے گئے۔ یا اب کئے جا رہے ہیں۔ وہ قطعاً بے کار اور بے اثر ہیں۔ مسلمانوں کی تنظیم اور اصلاح کا خیال آج کوئی نیا خیال نہیں پیدا ہوا۔ اس سے قبل بیسیوں دفعہ اس کے متعلق بحثیں ہوئیں انجمنیں بنیں۔ کارکن تجویز ہوئے۔ روپے جمع کئے گئے۔ حتیٰ کہ "امیر شریعت"۔ "نائب امیر شریعت" اور "امام الہند" وغیرہ بھی بنا ڈالے گئے۔ لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس سے مسلمانوں کو کچھ بھی فائدہ پہنچا۔ ان کی حالت میں کچھ بھی اصلاح ہوئی وہ نحوست و ادبار کے گڑھے سے ایک انچ بھی باہر نکل سکے۔ پھر تمام ہندوستان کے علماء نے "جمعیتہ العلماء ہند" بنا کر کیا کیا۔ یہی کہ آج اسی "جمعیتہ" کی موجودگی میں نیا پروگرام تجویز کیا جا رہا ہے۔

پھر اگر یہ پروگرام ایسا ہوتا جس میں مسلمانوں کی خرابی اور پراگندگی کی اصل وجہ کا کوئی علاج تجویز کیا جاتا۔ اصل باعث کو دور کرنے کی کوئی سعی کیجاتی۔ اور اصل بنا کو اکھیڑنے کی کوشش کی جاتی۔ تو بھی ایک بات تھی۔ لیکن اس میں سب سے زیادہ زور تو حصول زر پر دیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد اسے صرف کرنے کے لئے چند مدات تجویز کر دی گئی ہیں۔ اور بس۔ خرابی کی اصلی وجہ اور بیماری کے اصل باعث کی طرف توجہ بھی نہیں کی گئی۔ حالانکہ صاف بات ہے کہ مسلمان اسوقت اس لئے مقہور و مغضوب نہیں کہ ان میں "مسلم رضاکاروں کی منظم جماعتیں" نہیں۔ نہ وہ اس لئے ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں کہ مساجد میں ابتدائی تعلیم کے مدارس اور نائٹ سکول نہیں۔ نہ اس لئے تباہ و برباد ہو رہے ہیں کہ ان کی اقتصادی حالت درست نہیں۔ ان کے اوقاف کی نگرانی اور حفاظت خلافت کمیٹی کے سپرد نہیں۔ اور نہ ہی وہ اس لئے دن بدن قعر مذلت میں گر رہے ہیں کہ ان باتوں پر کاربند نہیں۔ جو اس پروگرام میں تجویز کی گئی ہیں۔ بلکہ اس کی ایک اور صرف ایک ہی وجہ ہے۔ اور وہ یہ کہ ان میں مذہب نہیں۔ ان میں ایمان نہیں۔ ان میں اخلاص نہیں۔ یہی وہ جوہر تھا۔ جس نے بے نوا مسلمانوں کو دنیا میں اس قدر سربلند کیا کہ دنیا کی ساری بلندیاں ان کے پاؤں کے نیچے آگئیں۔ اور یہی وہ حقیقت ہے۔ جس کے کھو جانے کی وجہ سے مسلمان بلندی کے انتہائی درجہ سے گر کر تحت الثریٰ میں جا پڑے ہیں۔ لیکن ہائے افسوس ابھی تک ان کی غفلت اور مدہوشی کا یہ عالم ہے۔ کہ یہ بات ان کے ذہن میں ہی نہیں آتی اور وہ کامیابی کے راستہ سے دن بدن دور ہوتے جا رہے ہیں۔ اپنے دماغوں اور اپنی آراء سے اصلاح و ترقی کے [illegible] گھڑتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان کے لئے جو [illegible] بتایا ہے۔ اور جو آزمودہ اور تجربہ شدہ گر ہے۔ اس کی طرف رخ بھی نہیں کرتے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے پُر از حق و حکمت صحیفہ میں تنظیم کا جو طریق قرار دیا ہے۔ اور جس پر عمل پیرا ہو کر وہ لوگ بنیان مرصوص بن گئے تھے۔ جن سے زیادہ شاید ہی کوئی قوم منتشر اور پراگندہ ہو۔ وہ یہ ہے:-

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (۳-۹۸)

کہ سب کے سب ملکر اللہ کی رسی کو پکڑ لو۔ اور کسی قسم کا تفرقہ نہ کرو۔ یہی طریق پہلے مسلمانوں کی تنظیم کا تھا۔ اور یہی اب ہو سکتا ہے۔ کہ سارے کے سارے ملکر خدا کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیں ۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ خدا کی رسی کیا ہے۔ اسکے متعلق یاد رہنا چاہیے کہ خدا کی رسی وہ انسان ہوتے ہیں۔ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے آتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے۔ تاکہ آپ کے ذریعہ مسلمانوں کی پراگندگی دور ہو۔ اور وہ ایک سلک میں منسلک ہو جائیں۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کی تنظیم کیلئے جو طریق اختیار کیا ہے۔ وہ وہی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار کیا تھا۔ کہ وہ خدا تعالےٰ کے حقیقی عبد اور سچے بندے بن جائیں۔ دنیا کی آلائشوں اور آلایئوں سے پاک ہو جائیں۔ خدا اور خدا کے دین کے لئے اپنا سب کچھ سمجھیں جان و مال سے خدمت دین میں مصروف رہیں۔ اور دنیا کو حق کی طرف لانے کے لئے دیوانہ وار اٹھ کھڑے ہوں۔

اب دیکھ لو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم کردہ جماعت یہ سب کچھ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کے ماتحت کر رہی ہے۔ تنظیم اور انتظام کے لحاظ سے دشمنوں سے بھی خراج تحسین حاصل کر رہی ہے۔ اور اپنی ابتدائی حالت میں باوجود قلیل اور غریب جماعت ہونیکے دین کی حمایت اور اشاعت کے متعلق وہ کام کر رہی ہے۔ جو ساری دنیا کے کروڑوں مسلمان کرنے سے عاجز اور درماندہ ہیں۔

یہ محض اس حبل اللہ سے اعتصام کی وجہ سے ہے۔ جو خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کی منتشر اور پراگندہ قوت کو مجتمع کرنیکے لئے بھیجا۔ اور جب تک مسلمان اس حبل اللہ کو نہ پکڑینگے۔ ناممکن ہے۔ اور قطعاً ناممکن ہے۔ کہ ان کی کوئی سعی بار آور ہو سکے وجہ یہ کہ اسوقت تک مسلمانوں کی تنظیم نہیں ہو سکتی۔ جب تک ایک حقیقی واجب الاطاعت امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ کر دیں لیکن اس وقت ان کی جو حالت ہے۔ وہ بالفاظ معاصر سیاست (۱۸ جولائی) یہ ہے۔

"اسوقت کوئی قوم بھی ہم سے زیادہ تشتت آلود۔ انتشار پسند متفرق اور غیر منظم نہیں ہے۔ ہندوستان میں یوں تو ہماری آبادی علی الرغم اعداء ۷ کروڑ سے زیادہ ہے۔ لیکن ہم میں ایک بھی شخص ایسا نہیں ہے جسکی آواز پر ہم لبیک کہہ سکیں۔ اور جسے ہماری متفقہ و متحدہ قیادت و سیادت کا فخر حاصل ہو۔ ہم بکریوں کے اس ریوڑ کی طرح ہیں جس کا کوئی محافظ نہیں ہے۔ اور جس کو جنگل کا ہر جانور یہ چاہتا ہے۔ کہ اپنا لقمہ بنا لے"

ان الفاظ میں جہاں مسلمانوں کی پراگندگی کا رونا رویا گیا ہے۔ وہاں اسبات کی بھی سخت ضرورت بتائی گئی ہے۔ کہ کوئی ایک ایسا شخص ہو جسکی آواز پر مسلمان لبیک کہہ سکیں۔ اور جسے مسلمانوں کی متفقہ اور متحدہ قیادت و سیادت کا فخر حاصل ہو۔ فی الواقعہ یہی وہ چیز ہے۔ جو مسلمانوں کو متحد و متفق کر سکتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ایسے انسان کو لوگوں کے دماغ تجویز نہیں کر سکتے اور نہ ان کی خواہشات پیدا کر سکتی ہیں۔ بلکہ ایسا انسان خدا تعالےٰ ہی تجویز کر سکتا ہے۔ جو اس نے اپنے فضل اور رحم سے تجویز کر دیا ہوا ہے۔ اور جسکی غلامی کا فخر جماعت احمدیہ کو حاصل ہے۔ دیگر مسلمان بھی اگر چاہتے ہیں کہ کامیابی میں منظم ہوں۔ تو انہیں جماعت احمدیہ میں شامل ہو جانا چاہیئے۔ اسکے سوا تنظیم کی نہ کوئی صورت ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔

بھائی پرمانند جی اور آریہ سماج

اگرچہ آریہ سماجیوں نے مسٹر گاندھی جی کی اس رائے کے خلاف جو انہوں نے آریہ سماج اور بانی آریہ سماج کی مایہ ناز کتاب ستیارتھ پرکاش کے متعلق ظاہر کی متواتر کئی ہفتے شور و شر برپا کئے رکھا۔ اور جو کچھ ان کے منہ میں آیا۔ وہ انہوں نے گاندھی جی کے خلاف کہنے سے دریغ نہ کیا۔ لیکن کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جنہیں گاندھی جی کے بیان کے آگے سر تسلیم خم کر دینا پڑا۔ اور وہ ان کی رائے کو بالکل راست اور صحیح قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ بھائی پرمانند جی ایم اے مشہور لیڈر کا ایک مضمون اخبار کیسری (۱۸ جون ۱۹۲۴ء) میں شائع ہوا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں۔

"ستیارتھ پرکاش میں ایسا زوردار کھنڈن منڈن پایا جاتا ہے۔ جو مہاتما گاندھی کے سوبھاؤ کے مطابق نہیں ہے اور اگر اس کو پڑھ کر انہیں مایوسی ہوئی ہو۔ تو اس میں آریہ سماج کو ناراض نہ ہونا چاہیئے۔ دوسرا یہ کہ ویدوں کا حرف حرف الہامی ماننے سے ہندو دھرم کی بنیاد تنگ کر دی گئی ہے۔ مہاتما جی کیا بہتیرے دیگر عالم اور پنڈت ایسا مانتے ہیں۔ اور کہنے پر تیار ہونگے۔ اس سے بڑھکر آریہ سماج کے اندر بھی بہت سے ایسے انسان ہیں۔ جو اپنے آپ کو ہندو مان کر اپنے اصولوں کو بالکل ہندو دھرم سے الگ مانتے ہیں۔ دیکھو کے ستیہ گرہ کے متعلق انہوں نے لاکھوں ہندو اچھوتوں کی نسبت دو چار آریہ سماجی کہلانے والے اچھوتوں کے لئے خصوصاً فکر ظاہر کیا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ کئی آریہ سماجی آریہ سماج کو ہندوؤں میں الگ ایک فرقہ سا بنانا چاہتے ہیں۔ یہ بنیا کو تنگ کرنا نہیں۔ تو اور کیا ہے۔"

اسی طرح وہ شدھی کے متعلق لکھتے ہیں:-

"میں اس وچار سے پورے طور پر متفق ہوں۔ کہ جس طرح آج کل دوسروں کو اپنے مذہب میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ وہ زیادہ تر اس کو گرانے والی ہے۔ اسکے جیون میں کوئی اچھی تبدیلی نہیں ہوتی"

اس قسم کے بیانات سے ظاہر ہے۔ کہ آریہ خواہ کس قدر ہی گاندھی جی کے خلاف ناراضگی کا اظہار کریں۔ سرکردہ اور سمجھدار اصحاب ان کی رائے سے بالکل متفق ہیں۔ اور آریوں کی اس روش کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ بھائی پرمانند صاحب اپنے اسی مضمون میں لکھتے ہیں:-

"اگر آریہ سماجی مہاتما جی کی کھلی طبیعت سے ظاہر کی ہوئی رائے پر اس طرح ناراض ہونگے۔ تو وہ ان کے اوپر لگائے ہوئے قصور کو سچا ثابت کریں گے"

اب شاید انہیں یہ معلوم کر کے افسوس ہوگا۔ کہ آریوں نے یقیناً اپنے قصور کو سچا ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کیونکہ وہ خود اعلان کر رہے ہیں۔ کہ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جہاں جہاں بھی آریہ تھے انہوں نے گاندھی جی کے خلاف اپنا سارا زور صرف کر دیا ہے۔

آریہ سماج پر نکتہ چینی کا حق

مسٹر گاندھی نے آریہ سماج اور اس کے بانی کے متعلق جو اظہار رائے کیا ہے۔ اس نے آریوں میں آگ سی لگا دی ہے۔ اور تعجب ہے۔ کہ وہ آریہ سماج جس کے بانی نے تمام مذاہب کے مقدس بانیوں پر نہایت افسوسناک طریق سے نکتہ چینی کی ہے۔ اتنی بھی ہمت نہیں رکھتی۔ کہ مسٹر گاندھی جیسے کل تک وہ اپنے مذہب کی صداقت کے ثبوت میں پیش کرتی۔ اور جسے دنیا کا عظیم ترین انسان ٹھہراتی تھی۔ اس کی سماج اور بانی آریہ سماج کے متعلق نہایت معقول اور معتدل رائے کو صبر اور تحمل سے سن سکے۔ آریہ سماج کی اس روش نے نہ صرف سناتن دھرمی اصحاب کو ان سے بالکل علیحدہ کھڑا کر دیا ہے۔ بلکہ ان کے ذاتی خیر خواہ حتیٰ کہ ان کے اپنے بعض معزز افراد کو بھی مسٹر گاندھی کی حمایت پر آمادہ کر دیا ہے۔

اخبار کیسری اپنے ۱۵ جون کے پرچہ میں لکھتا ہے۔

"آریہ سماج اور اس کے بانی نے دوسرے مذاہب اور ان کے بانیوں کے خلاف نہایت آزادی کے ساتھ نکتہ چینی کی ہے۔ اور ان کی یہ پوزیشن ہے۔ کہ یہ نکتہ چینی انہوں نے پوری نیک نیتی اور ایمانداری کے ساتھ محض سچائی کی کھوج نکالنے کے لئے کی ہے۔ اس پہلو میں جو حق آریہ سماج اپنے اور اپنے بانی کے لئے چاہتا ہے۔ اس حق سے وہ دوسروں خاص کر مہاتما گاندھی جیسی زبردست شخصیت کے انسان کو محروم نہیں کر سکتا"

یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ جب بانی آریہ سماج نے دیگر مذاہب پر بیجا اور بالکل غلط نکتہ چینی کی ہے۔ تو گویا دوسروں کو آریہ سماج کا پول کھولنے کے لئے دعوت دی ہے۔ پس جب اس دعوت کو قبول کیا جائے۔ تو آریہ سماجیوں کو صبر اور تحمل...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا سفر یورپ اور جماعت احمدیہ کا انتظام

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

(فرمودہ ۱۱ جولائی ۱۹۲۴ء)

سورہ فاتحہ سورہ فلق اور سورہ والناس کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

جیسا کہ دوستوں کو معلوم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ ہؤا۔ تو تجویز ہے کہ اس کے فضل اور رحم کے ماتحت اس سفر کو اختیار کیا جائے۔ جس کے متعلق اعلان کیا جاچکا ہے۔ اس سفر کی خبر سنکر ہی بہت سے دوست آج بیرونجات سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اپنے اخلاص اور اپنی محبت کا اس طرح ثبوت دیا ہے۔ میں

آج کا خطبہ جمعہ

اسی سفر کے متعلق ہدایات کے بیان کرنے میں صرف کرنا چاہتا ہوں:-

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ دو آدمی بھی ہوں۔ تو ان میں ایک امیر ہونا چاہیئے۔ مجھے ہندوستان میں جب کبھی سفر کا موقع پیش آیا ہے۔ اس وقت اس بات کی ضرورت ہوتی تھی کہ قادیان کی

جماعت کے لئے امیر

مقرر کیا جائے۔ لیکن یہ سفر چونکہ ہندوستان سے باہر کا ہے اسلئے اس وقت یہی ضرورت نہیں کہ قادیان کے لئے کوئی امیر مقرر کیا جائے۔ بلکہ یہ ضرورت ہے کہ ایسا نائب مقرر کیا جائے جو سارے ہندوستان کی جماعتوں کے معاملات سے تعلق رکھتا ہو اور میں نے اس غرض کے لئے

مولوی شیر علی صاحب

کو تجویز کیا ہے۔ وہ ایسے معاملات کے متعلق جو فوری اور ضروری ہوں۔ اور جن کے متعلق مجھ سے مشورہ بذریعہ خط یا بذریعہ تار نہ لیا جاسکتا ہو فیصلہ کرینگے۔ اور چونکہ یہ کام نہایت اہم ہے اور چونکہ

خلیفہ اور نائب میں فرق

ہے۔ کیونکہ خلیفوں کیلئے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ انکی حفاظت کرتا ہے اور ایسے امور کی طرف انکی رہنمائی کی جاتی ہے جنمیں جماعت کی بہتری ہوتی ہے۔ اور فرماتا ہے ان کا انتخاب خود خدا کرتا ہے گو بندوں کے ذریعہ ہی انتخاب ہوتا ہے۔ مگر انکی زبانوں پر خدا بول رہا ہوتا ہے لیکن نائبوں کے لئے یہ نہیں۔ اسلئے میں نے تجویز کی ہے کہ مولویصاحب کے ساتھ

دو نائب

رکھے جائیں۔ جن کے مشورہ سے وہ کام کریں۔ وہ دو میں نے مفتی محمد صادق صاحب۔ میاں بشیر احمد صاحب کو تجویز کیا ہے۔ وہ ایسے امور کو کہ جو خلافت سے وابستہ ہوں۔ اور جنمیں وہ مجھ سے بذریعہ تار یا خط مشورہ نہ لے سکتے ہوں یا ایسے چھوٹے امور کہ جن میں مشورہ کی ضرورت نہ ہو۔ طے کرینگے۔

اسکے علاوہ کہ یہ دو نائب ہونگے۔ ایک

مجلس شوریٰ

بھی تجویز کی گئی ہے۔ اس کے ممبر بھی جو قادیان میں رہتے یا باہر سے آئے ہیں۔ ان سے مشورہ لینگے۔ اسکے ممبر یہ قرار دیئے گئے ہیں۔

مولوی سید سرور شاہ صاحب۔ قاضی امیر حسین صاحب۔ سید ولی اللہ شاہ صاحب۔ ماسٹر عبد المغنی صاحب۔ قاضی عبد اللہ صاحب۔ مولوی فضل دین صاحب۔ خلیفہ رشید الدین صاحب۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب۔ میر قاسم علی صاحب۔ قاضی اکمل صاحب۔ شیخ محمد یوسف صاحب۔ ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب جٹ

ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب پرانے اور مخلصوں میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں۔ جو ان سے دیرینہ ہیں۔ بعض ان سے اخلاص بھی زیادہ رکھتے ہیں۔ لیکن بیماری یا ضعف یا اور نقائص کی وجہ سے انہیں چھوڑ دیا ہے۔

دفتری معاملات کے علاوہ جو اور معاملات ہوں اور جنمیں میں مشورہ لے لیا کرتا ہوں انمیں ان لوگوں سے مشورہ لے لیا جایا کرے لیکن صرف یہی لوگ مشورہ کے لئے مخصوص نہیں۔ جو بھی کسی فن کا ماہر ہو۔ اسلامی طریق یہی ہے کہ اس سے مشورہ لے لیا جا سکتا ہے۔ کئی ایسے امور ہوں جنمیں عورتوں سے بھی مشورہ لینے کی ضرورت ہو۔

علمی کام

کو جاری رکھنے کے لئے یہ تجویز ہے۔ کہ مولوی شیر علی صاحب درس قرآن بھی دیں۔ اور اس درس کے بعد مولوی سید سرور شاہ صاحب بخاری کا درس دیں۔ یہ دونوں درس اسی مسجد اقصیٰ میں ہوں۔ اور باری باری ہوں۔ میں مبارکباد دیتا ہوں کہ قادیان کے دوست اور بیرونجات سے آنیوالے دوست ان درسوں سے فائدہ اٹھائینگے۔ اور درس دینے والوں سے امید ہے کہ وہ درسوں کو ایسے علوم پر مشتمل کرینگے۔ جو عام طور پر مفید ہونگے۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر چاہیں تو انکو درسوں میں شامل کر سکتے ہیں۔ مگر عام لوگ انہیں سمجھ نہیں سکتے اسوجہ سے میں دونوں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ایسے امور اپنے درس میں شامل کریں جنہیں عام لوگ سمجھ سکیں۔ اور مختصر کریں تاکہ سننے والوں کو ملال پیدا نہ ہو۔ پس یہ درس عام فہم اور مختصر ہوں وعظ و نصیحت کا رنگ غالب ہو۔ لوگوں کی عقل اور ... نظر رکھا جائے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کوئی نبی نہیں آتا جو ربانی نہیں ہوتا۔ یعنی جو چھوٹے علوم پہلے نہیں پڑھاتا۔ اور بڑے بعد میں۔ پس جب نبی کے لئے یہ شرط ہے کہ چھوٹے علوم پہلے پڑھائے۔ اور بڑے بعد میں۔ تو دوسروں کو بھی اسی پر عمل کرنا چاہیئے۔ چونکہ عام درسوں میں ایسے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ جو موٹی باتیں سمجھ سکتے ہیں اس لئے ایسی باتوں پر ہی زیادہ زور دینا چاہیئے۔

یہ لوگ جو انتظام کے لئے مقرر کئے گئے ہیں اپنی طرف سے سوچ سمجھ کر کئے گئے ہیں۔ اور میرے ذہن میں

اس سے بہتر انتظام

اور کوئی نہیں آیا۔ اگر اس سے بہتر کوئی اور انتظام ہو سکتا یا ان لوگوں سے بہتر کام کرنیوالے اس وقت نظر آتے۔ تو میں اس انتظام سے بھی بخل نہ کرتا۔ اسوقت کی شرط اس لئے لگائی ہے۔ کہ حالات بدلتے رہتے ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہی لوگ قابل ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جن کو مشیروں میں شامل نہیں کیا گیا۔ وہ اپنے اخلاص اور علم میں ان سے بڑھکر ہوں۔ لیکن اس موقع اور اس کام کے لئے بہتر سمجھ کر میں انکو مقرر کرتا ہوں۔

نظارت کا کام

چونکہ انتظامی ہے۔ اور اور رنگ کا ہے۔ اس لئے جماعت کا امیر ناظر اعلےٰ نہیں ہو سکتا۔ مولوی شیر علی صاحب چونکہ امیر بنائے گئے ہیں۔ جو ناظر اعلیٰ تھے۔ اس لئے یہ تجویز ہے کہ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب ناظر اعلیٰ کا کام کریں۔ اصل ناظر اعلیٰ تو چودھری نصر اللہ خان صاحب ہیں۔ جو ان دنوں حج کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ ان کے آنے تک میر صاحب جو رخصت پر ہیں۔ اور اگر ضرورت ہوئی۔ تو اور رخصت لے سکتے ہیں۔ یہ کام کریں۔

میں نے جیسا کہ بتایا ہے۔ نہایت غور اور آپ لوگوں کی بھلائی کے لئے یہ انتظام تجویز کیا ہے۔

مولوی شیر علی صاحب

نہایت مخلص لوگوں میں سے ہیں۔ اور حیا والے آدمی ہیں انتظام کے لئے سختی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں وہ ان میں نہیں ہے۔ باوجود اس کے میں سمجھتا ہوں۔ خلیفہ کی عدم موجودگی میں ایسے ہی آدمی کی ضرورت ہے۔ کہ جو لوگوں کے دلوں کو رکھ سکے۔ خلیفہ بطور باپ کے ہوتا ہے۔ اور اگر ایک باپ مرجاتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ روحانی بچوں کو دوسرا باپ دے دیتا ہے۔ لیکن جب باپ ہو۔ مگر موجود نہ ہو۔ تو دل بہت نازک ہوتے ہیں۔ اس لئے نرم آدمی کی ہی ضرورت ہے۔

مفتی محمد صادق صاحب

بھی پرانے صحابیوں میں سے ہیں اور سلسلہ کی خدمات میں انہوں نے بہت حصہ لیا ہے۔ حضرت مسیح موعود کو ان سے خصوصیت سے محبت تھی۔ وہ حضرت مسیح موعود کے ایسے خدام میں سے تھے۔ جو ناز بھی کر لیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں بھی خدا تعالےٰ نے انہیں تبلیغ کی خدمتوں کا موقع دیا ہے۔ مگر مجھے ان سے انتظامی امور میں تجربہ کا موقع نہیں ملا لیکن میں دیانتداری سے یقین رکھتا ہوں۔ کہ وہ مشورہ دینے اور اپنی عقل و فہم کے ساتھ سلسلہ کی خدمت کرنے میں ایسا حصہ لینگے۔ جو مبارک ہوگا۔ اور ان کی مدد اس کمیٹی کے لئے مفید ثابت ہوگی

میاں بشیر احمد صاحب

کو خدا تعالےٰ نے ایک فخر بخشا ہے۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ ایسا فخر ہے۔ کہ انسان کا اس میں اپنا دخل نہیں۔ اور اس میں کسی کو بغض یا حسد کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ یہ فخر اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے۔ دیتا ہے۔ مجھے ہمیشہ حیرت ہوا کرتی تھی۔ جب بعض لوگ مجھ پر مسیح موعود کا بیٹا ہونے کی وجہ سے ناراض ہوا کرتے تھے۔ میں سوچا کرتا تھا۔ کیا میں خود حضرت مسیح موعود کے گھر پیدا ہو گیا۔ اگر میرا اس میں کچھ بھی دخل نہیں۔ تو پھر بغض کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ اگر میں نے خدا تعالےٰ سے درخواست کی ہوتی۔ کہ مجھے وہاں پیدا کیا جائے۔ تو کہہ سکتے تھے۔ کہ اس نے خود کہہ کر اپنے آپ کو مسیح موعود کے ہاں پیدا کر دیا۔ اور ہمارے لئے روک بن گیا۔ لیکن پیدا ہونا تو میرے اختیار میں نہ تھا۔ یہی فخر میاں بشیر احمد صاحب کو حاصل ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان کی ذمہ داریاں بھی بہت بڑھ گئی ہیں۔ دنیا میں دو قسم کے فخر ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو نیچے کی طرف آتے ہیں۔ اور ایک نیچے سے اوپر کی طرف جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کو تو اس بات پر فخر ہوتا ہے۔ کہ ہم نے فلاں پر احسان کیا۔ لیکن کبھی اس پر بھی فخر کیا جاتا ہے۔ کہ فلاں نے مجھ پر احسان کیا۔ جو فخر نیچے سے اوپر کو ہوتا ہے۔ اس کی ذمہ داریاں اور ہوتی ہیں۔ اور جو اوپر سے نیچے کی طرف آتا ہے۔ اسکی ذمہ داریاں اور ہوتی ہیں۔ وہ احسان جو نیچے والوں پر کئے جاتے ہیں ان کے متعلق احسان کرنے والا یہ کہتا ہوا اچھا بھی لگتا ہے۔ کہ میں نے یوں کیا۔ لیکن وہ نیچے والا جس پر احسان ہوا ہو۔ اس کا اس بات پر فخر کیا۔ کہ مجھ پر فلاں نے یہ احسان کیا۔ ایسا فخر بہت بڑی ذمہ داریوں کے نیچے انسان کو لے آتا ہے۔ اور ایسے انسان کا فرض ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اس فخر کے قابل ثابت کرنے کے لئے ان ذمہ داریوں کو پورا کرے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ ان دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے۔ جو حضرت مسیح موعود نے اپنی اولاد کے متعلق کی ہیں۔ میاں بشیر احمد صاحب کو توفیق دیگا۔ کہ وہ اس فخر کو جو خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کی ذریت میں ہونے کا انہیں بخشا ہے۔ جائز ثابت کریں۔

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب

جن کو ناظر اعلیٰ تجویز کیا گیا ہے۔ ان کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت بلکہ عشق خاص طور پر پایا جاتا ہے۔ اس محبت کی وجہ سے روحانیت کا ایک خاص رنگ ان میں پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں ایسی ٹھوکر سے۔ وہ جو دوسروں کو لگ جاتی ہیں یا لگ سکتی ہیں۔ خدا نے ان کو محفوظ کیا ہوا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ اس تعلق کی وجہ سے جو برکات ان پر نازل ہوتی ہیں۔ ان کے باعث جماعت کے لئے بہت مفید ثابت ہونگے۔ دوسرے جو لوگ مقرر کئے گئے ہیں وہ بھی اپنی اپنی جگہ کارآمد انسان ہیں۔

مولوی سید سرور شاہ صاحب

علماء جماعت احمدیہ میں سے بڑے عالم ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ بہت مخلص آدمی ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں ان کے وجود سے بھی فائدہ پہنچیگا ۔

قاضی امیر حسین صاحب

بھی پرانے لوگوں میں سے ہیں۔ اور بہت مخلص ہیں۔

سید ولی اللہ شاہ صاحب

گو نوجوان ہیں۔ جو نظارت کا کام کرتے ہیں۔ لیکن ان میں میں نے یہ خوبی دیکھی ہے۔ باوجود اس کے کہ غیر ملک میں رہنے کی وجہ سے انہوں نے ایسے نمونے دیکھے ہیں جن میں حکومت کا رنگ اسلامی نہیں۔ ان میں اطاعت کا مادہ پایا جاتا ہے۔ اور جب کوئی حکم دیا جائے۔ تو اسے قبول کر لیتے ہیں۔

ماسٹر عبد المغنی صاحب

کی بھی میں قدر کرتا ہوں۔ سلسلہ کے کاموں کے تفکرات کیوجہ سے وہ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ان کی عمر اتنی نہیں۔ جتنی عمر کے وہ نظر آتے ہیں۔ لیکن مالی معاملات میں اعتراضوں اور تنبیہوں کی وجہ سے وہ جوانی میں ہی بوڑھے ہو گئے ہیں۔

قاضی عبد اللہ صاحب

ایک مخلص شخص کے لڑکے ہیں۔ ان کے والد صاحب حضرت مسیح موعود کے پیارے لوگوں میں سے تھے۔ وہ خود بھی مخلص ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ ان کا اخلاص ان کے باپ کے اخلاص سے مل کر مفید ثابت ہوگا۔

قاضی اکمل صاحب

بھی نہایت مخلص لوگوں میں سے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کام کے لحاظ سے بہتوں سے زیادہ قابلیت رکھتے ہیں۔ اور باوجود بیمار رہنے کے زیادہ کام کر سکتے اور جلدی کر سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے سلسلہ کی بہت سی خدمات کا انہیں ایسا موقع مل جاتا ہے۔ جو اوروں کو حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ قابل قدر بات ہے۔

مولوی فضل الدین صاحب

گو اتنے پرانے نہیں ہیں۔ کہ انہیں حضرت مسیح موعود سے قرب حاصل ہوا ہو۔ مگر میرا تجربہ ہے۔ کہ جب سے آئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے خاندان اور حضرت مسیح موعود سے خاص اخلاص رکھتے ہیں۔

میر محمد اسحاق صاحب

نے تو حضرت مسیح موعود کے سایہ میں عمر بسر کی ہے۔ اور ان کی حالت ایسی ہی تھی۔ جیسی مسیح موعود کے باقی بچوں کی وہ ہماری طرح ہی حضرت مسیح موعود کے گھر میں رہے۔ باتیں سنتے رہے۔ اور حالات کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں ذہن رسا بھی دیا ہے۔ سلسلہ کے کاموں کے متعلق ان میں غیرت بھی ہے۔ اللہ تعالےٰ سے امید ہے۔ کہ انکو توفیق دیگا۔ کہ سلسلہ کیلئے مفید ہو سکیں۔

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کو یاد رکھنے کی وجہ سے اس قابل ہیں۔ کہ مشوروں میں انہیں شریک کیا جائے کیونکہ وہ ہمارے قانون دان ہیں۔

ایڈیٹر فاروق و ایڈیٹر نور

اپنے اپنے رنگ میں اچھی خدمت کر رہے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب فاروق غیر احمدیوں کے مقابلہ میں اور ایڈیٹر صاحب نور غیر مذاہب کے مقابلہ میں خوب کام کر رہے ہیں۔

ایڈیٹر تو اور بھی ہیں جیسے

الفضل کے ایڈیٹر

لیکن مشوروں میں عمر کی بڑائی کا سوال بھی ہوتا ہے۔ اور اس کو بھی مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔ دوسرے ایڈیٹروں کو اس لئے شامل نہیں کیا گیا۔ کہ وہ ایڈیٹر ہیں۔ اگر یہ وجہ ہوتی۔ تو اوروں کو بھی شامل کیا جاتا۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں۔ ابھی عمر گذارنے کی وجہ سے ان کے تجربہ میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ مشورہ دے سکتے ہیں۔

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب

نے حضرت مسیح موعود کو بالکل ابتدائی زمانہ میں قبول کیا۔ اور اسوقت سے برابر سلسلہ کے ساتھ ان کا تعلق رہا ہے۔ یہ ڈاکٹر عبدالحکیم کے ذریعہ داخل سلسلہ ہوئے تھے۔ وہ تو مرتد ہو گیا۔ مگر یہ اپنے اخلاص میں دن بدن بڑھتے گئے۔ جب یہ احمدی ہوئے۔ تو کالج میں ہی انہوں نے انجمن بنائی۔ اور تبلیغ شروع کر دی۔ حضرت مسیح موعود نے انہیں ان ۱۲۔ آدمیوں سے قرار دیا ہے۔ جنہیں کہا ہے۔ کہ یہ میرے حواری ہیں۔

ماسٹر عبدالرحمن صاحب

کارآمد کارکن ہیں۔ تبلیغ کا انہیں ایسا جوش ہے کہ بعض لوگوں کی نظروں میں جنون کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ ایسے آدمی سُست لوگوں کو ہوشیار کرنے کے لئے بہت مفید ہوتے ہیں ؛

غرض یہ سارے کے سارے ایسے ہیں۔ کہ جو سلسلہ کا کام اچھا کر سکتے ہیں۔

ایک اور صاحب

ہیں۔ جن کا نام میں نے اسوقت نہیں لیا۔ وہ حضرت مسیح موعود کے پرانے مخلصوں میں سے ہیں۔ بلکہ آپ سے انہیں اور بھی تعلقات ہیں۔ لیکن چونکہ ابھی وہ قادیان میں نہیں آئے اس لئے ان کا نام نہیں لیا۔ وہ

نواب محمد علی خان صاحب

ہیں۔ آجکل اگرچہ وہ قادیان میں ہی ہیں۔ مگر ابھی اپنا کام ختم کر کے نہیں آئے۔ اگر اس عرصہ میں کام کو ختم کر کے آجائیں۔ تو وہ بھی مشوروں میں شامل ہوں۔

میں امید کرتا ہوں۔ جن لوگوں کے سپرد کام کیا گیا ہے وہ ایسے اخلاص سے کرینگے۔ اور نہ صرف اس بات کو مدنظر رکھینگے کہ کسی کے

دل کو ٹھیس نہ لگے

بلکہ میں یہ بھی اُمید رکھتا ہوں۔ کہ وہ دلیری اور جرأت دکھانے کے وقت بزدلی بھی نہ دکھائینگے

دو گر

ہیں۔ جن سے حکومت کی جا سکتی ہے ایک یہ کہ انسان نرمی کے وقت نرم ہو جائے اور سختی کے وقت سخت۔ اگر کسی میں یہ ملکے نہیں تو وہ حکومت نہیں کر سکتا حکومت نہیں کر سکتا ہے۔ جو نرمی کے وقت اتنا گرے کہ گویا اس کا اپنا وجود ہے ہی نہیں۔ بات دیکھے اور ہنس دے۔ قصور وار پائے اور چھوڑ دے۔ لیکن جب سختی کا موقعہ ہو تو یکدم اس طرح مضبوطی سے ہاتھ باگیں پکڑے جس طرح شاہسوار تیز رفتار گھوڑے کی ڈھیلی چھوڑی ہوئی باگوں کو ضرورت کے وقت معاً کھینچ لیتا ہے۔ جب تک کسی میں یہ مادہ نہ ہو۔ کہ وہ سمجھ سکے۔ کس وقت ڈھیل دینی چاہیئے۔ اور کس وقت پکڑ لینی چاہیئے۔ اور جب تک یہ ہمت نہ ہو کہ جب سمجھے اب ڈھیل دینے کا موقع نہیں۔ اور اسوقت ایسا سخت ہو جائے کہ ساری دنیا کی طاقتیں بھی اسے ہلا نہ سکیں۔ اسوقت تک انتظام نہیں کر سکتا۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ وہ لوگ جن کے سپرد کام کیا گیا ہے ان دونوں باتوں کو مدنظر رکھیں گے۔ وہ ایک طرف تالیف قلوب کو مدنظر رکھیں۔ لیکن دوسری طرف اگر دیکھیں کہ نرمی سلسلہ کے لئے مضر ہے۔ تو ایسی عمدگی سے حقیقی رستہ پر کام کریں۔ کہ کوئی طاقت انہیں ہلا نہ سکے۔ یہی طاقت کسی کو حاکم بناتی ہے اور اسی سے انتظام قائم رہتا ہے۔ دیکھو جب

حضرت موسیٰؑ

پہاڑ پر گئے۔ تو بنی اسرائیل نے بُت پرستی شروع کر دی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو بتایا۔ کہ جا دیکھ تیرے پیچھے بنی اسرائیل کو کیا ہو گیا۔ جب وہ آئے۔ تو دیکھا کہ بنی اسرائیل نے بُت رکھے ہوئے ہیں۔ اور ان کی پرستش کر رہے ہیں۔ انہوں نے حضرت ہارونؑ سے پوچھا۔ یہ کیا بات ہے۔ اور تو نے انکو کیوں نہ روکا۔ انہوں نے کہا۔ میں نے اس لئے نہ روکا۔ کہ تم گھبرو گے۔ کہ تو نے بنی اسرائیل میں فساد ڈالدیا۔ یہ نرمی تھی۔ مگر حد بڑھی ہوئی۔ حالانکہ کوئی وقت ایسا بھی آجاتا ہے۔ جب یہ پروا نہیں کی جا سکتی۔ کہ ایک بھی بچتا ہے یا نہیں۔ اور جب تک

ایسی ہمت

نہ ہو۔ کہ ایسے موقع پر کسی کی پروا نہ کی جائے۔ اس وقت تک انتظام قائم نہیں رہ سکتا۔ اور جس کو ایسی ہمت ہو۔ کہ ایسے موقعہ پر وہ اس سے کام لے سکے۔ اس سے لوگ جاتے بھی نہیں دیکھو جب حضرت موسیٰؑ پہاڑ سے واپس آئے ہیں۔ اسوقت وہ اپنے ساتھ لشکر نہیں لائے تھے۔ لیکن جب حضرت ہارونؑ سے کہتے ہیں۔ یہ تم نے کیا کیا تو وہ کہتے ہیں۔ غلطی ہو گئی حضرت ہارونؑ بھی ایک ہی تھے۔ اور حضرت موسیٰؑ بھی ایک ہی۔ لیکن جب حضرت موسیٰؑ آگئے۔ تو سارے کانپنے لگتے ہیں۔ اور جب انہوں نے کہا کہ مشرکوں کو قتل کرو۔ تو باپ بیٹے کو اور بیٹے باپوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ یہ اسی قوت کا نتیجہ تھا۔ جو حضرت موسیٰؑ میں پائی جاتی تھی۔ اور یہی قوت ہوتی ہے۔ جس کا موقع اور محل پر استعمال قوموں کو ہلاکت سے بچا دیتا ہے۔ اور اسی کی کمی کی وجہ سے جماعتیں ہلاک ہو جاتی ہیں ؛

اس عرصہ میں

ڈاک کا انتظام

یہ کیا گیا ہے۔ کہ جو دوست خط لکھنا چاہیں۔ وہ بدستور قادیان کے پتہ پر خط لکھیں۔ کیونکہ سب لوگوں کے مقدور میں یہ نہیں کہ اپنے خطوں پر تین تین آنے کے ٹکٹ لگائیں۔ پھر سب کو پورا پتہ بھی معلوم نہیں ہو گا کہ آج ہم کہاں ہیں۔ اور کل کہاں ہونگے۔ ایک ماہ کا تو سفر ہی ہے۔ اس لئے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ کہ ہفتہ کی ڈاک کا اکٹھا پارسل بنا کر بھیجدیا جائے۔ اس طرح غربا بھی خط و کتابت کر سکیں گے۔ کیونکہ وہ دو پیسے کا کارڈ یا ایک آنہ کا لفافہ ہی بھیج سکتے ہیں اور پارسل پر کوئی زیادہ خرچ نہیں ہو گا۔ متفرق خطوط پر اگر پچاس روپے فی ہفتہ خرچ ہونگے۔ تو اس طرح دو تین روپیہ میں پارسل چلا جائے گا۔ پس جن دوستوں نے خطوط لکھنے ہوں۔ وہ اپنے خطوط قادیان میں بھیجدیں۔ اور خط پر لکھ دیا جائے۔ کہ یہ خط ان (حضرت خلیفۃ المسیح) کو بھیجا جائے۔ جن خطوط پر یہ لکھا ہو گا۔ وہ مجھے بھیجدئے جایا کرینگے۔ ورنہ باقی خطوں کو یہاں ہی کھولا جائے گا اور ان کا مناسب جواب دیدیا جائے گا۔

اسکے بعد میں جماعت کو

عام ہدایت

کرتا ہوں۔ کہ یہ سفر محض اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ اسلام کی تبلیغ کے لئے وہ رستے تلاش کئے جائیں۔ جن سے اسلام دنیا میں آسانی سے پھیل جائے۔ اس وقت اسلام کے رستہ میں کوئی مذہب روک نہیں۔ بلکہ یورپ کا تمدن روک ہے۔ عیسائیت اور ہندو مذہب ٹوٹ چکے ہیں۔ ان کا لوگوں پر کچھ اثر نہیں رہا۔ لوگ انہیں ترک کرنے کے لئے تیار ہی نہیں بلکہ ترک کر چکے ہیں۔ لیکن لوگ اسبات کے لئے تیار نہیں کہ

اپنی عادتیں چھوڑ دیں

ہمنے اسوقت یہ دیکھنا ہے کہ لوگوں کی وہ عادتیں جو اسلام کے خلاف ہیں۔ انکی کیونکر اصلاح کی جاسکتی ہے اور وہ عادتیں جو اسلام کے تو خلاف نہیں لیکن خلاف سمجھی جاتی ہیں انہیں کس طرح اسلام کے مطابق ثابت کیا جاسکتا ہے۔ پھر وہ عادتیں جو اسلام کے لئے مفید ہیں۔ ان سے کیوں کر کام لیا جاسکتا ہے ان

ہر قسم کی عادتوں کو دیکھنا ہے

اور یہ کوئی معمولی کام نہیں۔ بلکہ ایک بنیاد ہے۔ جو آئندہ سلسلہ کے لئے رکھی جاتی ہے۔ لکھا ہے۔

شاہجہان کی بیوی

نے اپنے فوت ہونے سے پہلے خواب دیکھی۔ کہ ایک ایسا مقبرہ ہے جس میں میں دفن ہوئی ہوں۔ جب اسنے بادشاہ کو یہ خواب سنائی۔ تو اس نے انجنیروں کو بلا کر کہا۔ ایسا مقبرہ تیار کرو انجنیروں نے کہا کہ یہ نہیں بن سکتا۔ جب بادشاہ مایوس ہو گیا۔ تو ایک شخص آیا۔ اور آکر کہا۔ میں ایسا مقبرہ بنا سکتا ہوں مجھے وہ جگہ دکھا دی جائے۔ جہاں مقبرہ بننا ہے لیکن شرط یہ ہے۔ کہ اس جگہ تک کشتی میں بیٹھ کر چلیں۔ اور کشتی میں ایک لاکھ روپیہ کی تھیلیاں رکھ دی جائیں۔ بادشاہ نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ جب کشتی میں بیٹھ کر چلے۔ تو اس نے ایک تھیلی اٹھائی۔ اور روپے دریا میں بکھیرتے ہوئے کہا۔ بادشاہ سلامت روپیہ یوں ڈالنا پڑے گا تب مقبرہ تیار ہو گا۔ بادشاہ نے کہا۔ کوئی پروا نہیں پھر اس نے دوسری تھیلی اٹھائی۔ اور اسی طرح کہہ کر دریا میں ڈالدی۔ حتےٰ کہ دریا کے دوسرے کنارے پہنچنے تک

ایک لاکھ روپیہ دریا میں

ڈال دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ بے شک اسی طرح خرچ کرو۔ مگر مقبرہ ضرور بنا دو۔ کنارے پر جا کر اس نے کہا کہ اب ضرور مقبرہ بن جائے گا۔ دوسرے انجنیر اسی لئے کہتے تھے۔ نہیں بنے گا کہ آپ خرچ سے گھبرا جائینگے لیکن میں نے تجربہ کر لیا ہے۔ جب ایک لاکھ روپیہ دریا میں ڈالدینے سے آپ کے ماتھے پر بل بھی نہیں پڑا۔ تو مقبرہ ضرور تیار ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے تیار کرادیا۔ اور شاہجہان کی بیوی نے دیکھ کر کہا کہ ایسا ہی میں نے خواب میں دیکھا تھا۔

وہ ایک مقبرہ تھا۔ جس کے لئے ایک لاکھ روپیہ کی تھیلیاں دریا میں پھینکی گئی تھیں۔ اور کئی لوگ سمجھتے ہونگے۔ مقبرہ کی کیا حقیقت ہے۔ لیکن ہم نے مقبرہ نہیں بلکہ

زندگی کے گھر

بنانے ہیں۔ پھر ایک نہیں۔ بلکہ اربوں۔ پھر اس نے تو مقبرہ بنایا تھا۔

ہم نے کعبہ بنانا ہے

اور ایک نہیں اربوں۔ لیکن باوجود اس کے کئی لوگ سمجھتے ہیں۔ بیٹھے بٹھائے یہ کام ہو جائے گا۔ اگر ہم نے دنیا کو فتح کرنا ہے۔ اور ان لوگوں کے قلوب پر قبضہ پانا ہے جن کے سامنے ہماری اتنی بھی حیثیت نہیں جتنی ان کے نزدیک اپنے گھر کے جانوروں کی ہے۔ تو سمجھ لو

ہمارا کام

کس قدر مشکل اور کتنا بڑا ہے انگلستان کا ایک امیر بیس ہزار کو کتا خریدنے کے لئے تیار ہو جائیگا۔ اور تیس ہزار پر گھوڑا خرید لیگا۔ مگر دس ہزار پر کسی ہندوستانی کو خریدنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ مگر باوجود اس کے ہم سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کو ہم نے احمدی بنانا ہے۔ وہ ہمیں جانوروں سے بدتر سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ ان کے گلے میں ہم نے پٹے ڈالنے ہیں۔ وہ ہمیں انسان ہی نہیں سمجھتے لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم انہیں باخدا انسان بنائینگے۔ اس سے سمجھ لو۔ کہ ہمارا کام کس قدر اہم ہے۔ ایسے اہم کام کے لئے ہم جب تک

مستقل سکیم

تیار نہیں کرتے اسوقت تک کامیابی کے امیدوار بھی نہیں ہو سکتے۔

یورپ میں تبلیغ اسلام کا سوال

ایک یا دو دن میں حل ہونیوالا سوال نہیں۔ بلکہ صدیوں کا سوال ہے۔ لیکن اگر ہم غلط رستہ پر چلیں گے۔ تو صدیاں کیا۔ ہزاروں سال میں بھی حل نہیں کر سکیں گے اسوقت ہمارے سفر کی غرض یہ نہیں کہ یورپ کو مسلمان کر آئیں۔ بلکہ یہ ہے کہ اس بات پر غور کریں کہ مغربی ممالک کس طرح اسلام کو قبول کر سکتے ہیں۔ گویا ہمارا یہ سفر

تشخیص مرض

کے لئے ہے نسخہ کیلئے نہیں۔ یورپ میں دو قسم کے ڈاکٹر ہوتے ہیں ایک مرض کی تشخیص کرتے ہیں۔ اور دوسرے نسخہ دیتے ہیں۔

خلیفہ کا کام

مرض کی تشخیص کرنا اور علاج تجویز کرنا ہے۔ اسکے بعد دوسرے لوگ جو خلیفہ سے کم حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ نسخے دینگے۔ پس یہ سفر اسلئے نہیں۔ کہ ہم جا کر اہل یورپ کو کلمہ پڑھا آئیں۔ گو یہ بھی نہیں کہ اگر کوئی پڑھنا چاہے۔ تو بھی نہیں پڑھائینگے۔ مگر اس سفر کی غرض یہ نہیں۔ اگر اس سفر میں بھی خدا تعالیٰ بعض روحوں کو ہدایت دیدے۔ تو یہ اس کا احسان اور فضل ہو گا۔ مگر ہماری یہ غرض نہیں کہ چند لوگوں کو مسلمان بنا آئیں۔ بلکہ یہ ہے کہ

کونسا طریق ہے

کہ جس سے ساری دنیا کو مسلمان بنائیں اتنی بڑی غرض بغیر قربانیوں کے حاصل نہیں ہو سکتی حضرت مسیح کہتے ہیں۔ یہ دیو روزے اور قربانی سے نکلتے ہیں۔ مگر ان کے زمانہ کے دیو بہت کمزور تھے جنکی ایک چپیڑ سے جان نکل سکتی تھی۔ لیکن جن دیوؤں سے ہمیں مقابلہ پڑا ہے۔ وہ بہت خطرناک ہیں۔ اور انہیں ہم

روزے اور دعاؤں کے بغیر

نہیں نکال سکتے۔ یہاں روزے کے یہ معنی ہیں کہ خود بھوکے رہیں اور مال دین کے لئے خرچ کر دیں۔ دیکھو حضرت مسیح کے حواریوں کے ایک حصہ نے اس کو کس طرح پورا کیا۔ وہ فقیر کہلائے لیکن اسلئے نہیں۔ کہ مانگتے پھرتے تھے۔ بلکہ اسلئے کہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا۔ وہ خرچ کر دیتے۔ ہمارا مسیح تو اس مسیح سے بڑھکر تھا جیسا کہ آپنے فرمایا ہے۔ مسیح محمدی مسیح ناصری سے تمام شان میں بڑھکر ہے۔ پس جس طرح ہمارا مسیح۔ مسیح ناصری سے بڑھکر ہے۔ اسی طرح آپکی جماعت کو بھی مسیح ناصری کی جماعت سے بڑھکر ہونا چاہئیے۔ امید ہے کہ آپ لوگ اس فضیلت کو ثابت کر دینگے۔ اور

دین کے رستہ میں قربانی

کرنے میں کوئی چیز تمہارے رستہ میں حائل نہ ہو گی پھر دعائیں بھی کرینگے کہ خدا تعالیٰ ہمیں اپنے مقصد میں کامیاب کرے ؂

پھر میں یہ ہدایت کرتا ہوں۔ کہ جب وہ انسان جس کے ہاتھ پر بیعت کی ہو۔ سامنے نہ ہو۔ تو

کئی قسم کے وسوسے

پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے میں یہ نصیحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ایسے وقت میں خصوصیت سے محبت کا رنگ دکھائیں۔ تمام وعظ و نصائح عمل کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ نہ کہ صرف سن چھوڑنے کے لئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ سچے ہو کر جھوٹے بنو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ جھوٹ بولو۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ جو حقوق سچے ہونے کی حالت میں حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان کے لئے اگر تم سے جھوٹوں جیسا سلوک کیا جائے۔ تو اُسے بھی قبول کرو۔

پس میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ سب لوگ آپس میں

محبت اور سلوک

سے رہیں۔ یہ بات خوب اچھی طرح یاد رکھو۔ کوئی فوج لڑ نہیں سکتی۔ جس کے آگے دشمن ہو۔ اور پیچھے بغاوت۔ اگر تم لوگ میرے اس سفر کو کامیاب بنانا چاہتے ہو۔ اور جس کثرت سے اس سفر کو اختیار کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ اس کے مطابق اسے اہم سمجھتے ہو۔ تو

یہ بھی عہد کرو

کہ کوئی ایسی بات نہ کرینگے۔ جو مناسب نہ ہو۔ دیکھو ایک ماں جب سنتی ہے۔ کہ میرا فلاں بچہ بیمار ہے۔ تو خواہ وہ دنیا کے دوسرے سرے پر ہو۔ تو بھی بے چین ہو جاتی ہے۔ اور کوئی کام نہیں کر سکتی۔ اسی طرح اگر مجھے ایک یا دو کے متعلق ہی فتنہ و شرارت کی خبر پہنچیگی۔ یا بری بات معلوم ہوگی۔ تو اس کا یہ اثر ہوگا۔ کہ سارا سفر بے چینی میں گذریگا۔ اسلام تو کہتا ہے۔

کبھی فساد نہ کرو

مگر میں کہتا ہوں۔ کم از کم چار ماہ کے لئے تو اقرار کرو۔ کہ کوئی فتنہ و فساد نہ پیدا ہونے دینگے۔ اور جب اتنے عرصہ کے لئے اقرار کرکے اس پر قائم رہو گے۔ تو ہمیشہ کے لئے خدا تعالےٰ انہیں اس اقرار کو نباہنے کی توفیق دیگا۔ پس اگر ایک کو کسی سے نقصان بھی پہنچے۔ گلہ شکوہ بھی پیدا ہو۔ تو بھی میں امید کرتا ہوں۔ کہ دوسرا

اخلاص کا نمونہ

دکھائے گا۔ اور فساد نہیں پیدا ہونے دیگا۔

پھر جو انتظام کیا گیا ہے۔ اس کے ماتحت

اطاعت کا پورا نمونہ

دکھاؤ۔ جن کو انتظام کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ ان کے فیصلے خواہ تمہاری رائے کے موافق ہوں یا مخالف انکو منظور کرو۔

اسی طرح میں یہ بھی نصیحت کرتا ہوں۔ کہ

تبلیغ کی طرف خاص توجہ

رکھو۔ ایک طرف زور دینے کے یہ معنی نہیں۔ کہ دوسری طرف سستی پیدا ہو جائے۔ کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ چاروں طرف پورے زور سے کام کیا جائے۔ ادھر ہم مغرب میں جاتے ہیں۔ ادھر تم مشرق میں پورا زور لگاؤ تاکہ ایک ہی وقت میں مغرب بھی گرایا جائے۔ اور مشرق بھی پھر بہت لوگ ہوتے ہیں۔ جن میں

عفو کی طاقت

نہیں ہوتی۔ اگر وہ کسی بات میں عفو نہ کر سکیں۔ تو صبر سے کام لیں۔ عفو تو یہ ہوتا ہے۔ کہ بات کو بالکل مٹا دیا جائے۔ اور صبر یہ ہوتا ہے۔ کہ دوسرے وقت تک اسکے متعلق انتظار کیا جائے۔ پس وہ انتظار کریں۔ جب تک کہ خلیفہ کو خدا تعالےٰ خیریت سے واپس لائے

پھر

قادیان آنے کے لئے

بیرونجات کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ قادیان بابرکت جگہ ہے۔ اور اپنی ذات میں بابرکت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں رہتے تھے۔ اور اب آپ کا مزار اس میں ہے۔ پھر اس میں وہ مسجدیں ہیں۔ جو مبارک ہیں۔ پس احباب یہاں جلسے کی طرح ہی آئیں۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ آئیں۔ تاکہ کارکنوں کو کام میں ان سے مدد ملے۔

پھر ہر جگہ کے کارکنوں کو چاہیئے۔ کہ لوگوں کو

ایثار اور قربانی کی تعلیم

دیں۔ اور تبلیغ کی طرف توجہ دلائیں۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کلکم راع وکلکم مسئول کہ تم گڈریئے ہو۔ اور سب سے خدا تعالےٰ سوال کریگا۔ کہ تم نے کیا کام کیا۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت کے سب کے سب لوگ اپنے کام کو سمجھیں اور اسے کرنے کی پوری پوری کوشش کریں

پھر میں یہ کہتا ہوں کہ خصوصیت سے ہماری کامیابی کے لئے دعاؤں پر زور دیں۔ ہر ایک انسان ہے۔ خواہ وہ کتنا بڑا ہو۔ اور سوائے اسکے کہ خدا سے مدد آئے۔ کوئی انسان کچھ نہیں کر سکتا۔

میں نے جو انتظام کیا ہے۔ نہایت دیانتداری سے کیا ہے اور آپ لوگوں سے امید ہے۔ کہ آپ اسکو کامیاب بنانے میں ہر طرح مدد دینگے۔ اور دعاؤں سے ہماری مدد کرینگے۔ کہ خدا تعالےٰ ہر قسم کے شرور سے محفوظ رکھ کے اس سفر کو کامیاب بنائے۔ جس کام کے لئے ہم جا رہے ہیں۔ وہ کوئی معمولی کام نہیں۔ بلکہ

عظیم الشان کام

ہے۔ اور جب تک خدا تعالےٰ کی نصرت نہ ہو۔ کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ایک بڑی مشکل یہ ہے۔ کہ اس سفر کے فوری نتائج نہیں نکل سکتے۔ کیونکہ کسی سکیم کے نتائج فوری نہیں ہوا کرتے دیکھو ایک کمانڈر جب کوئی سکیم تیار کرتا ہے۔ تو اسی وقت اسکے نتائج نہیں نکل آتے۔ بلکہ اس کے مطابق لڑائی لڑ نیکے بعد نکلتے ہیں۔ یہ سفر جس طرح بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اسی طرح بعض ایسے کوتاہ اندیشوں کے لئے

ٹھوکر کا باعث

بھی ہو سکتا ہے۔ جو یہ خیال کریں۔ کہ ادھر ہم یورپ گئے۔ اور ادھر بادشاہ بیعت کرنے کے لئے آ جائینگے۔ میں اسلئے نہیں جا رہا۔ اور جو اس خیال سے جاتا ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کا امتحان کرتا ہے۔ اور وہ مستحق ہے۔ کہ ٹھوکر کھائے اور ابتلا کے گڑھے میں ڈالا جائے۔ پس میں اسلئے نہیں جاتا۔ کہ بادشاہ بیعت میں داخل ہوں۔ بلکہ اسلئے جاتا ہوں۔ کہ ان ممالک میں جاکر

اسلام بگڑ نہ جائے

دیکھو عیسائیت دیگر ممالک میں جاکر اپنی اصلی شکل میں نہ رہی۔ بلکہ بگڑ گئی۔ لوگ تو بہت عیسائی ہو گئے۔ مگر انکے پاس وہ عیسائیت نہ رہی۔ جو حضرت مسیح لائے تھے۔ بلکہ وہ دہریت تھی ہم نے یورپ کو اسلام پر قائم کرنا ہے۔ اس کے لئے اگر سکیم نہ سوچیں تو ممکن ہے۔ بے دینی کی ایک نئی بنیاد قائم ہو جائے جب عیسائیت کی تبلیغ کیلئے لوگ غیر ممالک میں گئے۔ اور لوگوں نے کہا کہ ہم سے ان باتوں پر روزمرہ عمل نہیں ہو سکتا۔ تو انہیں کہدیا گیا کہ صرف مسیح پر ایمان لے آنا کافی ہے۔ اگر خدانخواستہ اسلام کے متعلق بھی اسی طرح کیا گیا۔ اور اس طرح پھیلایا گیا۔ تو اس کا پھیلانا نہ پھیلانے سے بڑا ہوگا۔ ہم نے اس وقت یہ دیکھنا ہے۔ کہ وہ کونسی باتیں ہیں۔ جو اسلام قبول کرنے میں حارج ہیں۔

اور کس طرح اسلام ان لوگوں سے منوایا۔ اور کیونکر اسلامی احکام پر عمل کرایا جاسکتا ہے جبتک یہ سکیم نہ تیار کریں۔ اسوقت تک ہم مغرب میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اور اگر اسکے بغیر کامیاب ہوں۔ تو وہ دین کی کامیابی نہیں ہوگی۔ بلکہ اپنی

نفسانیت کی کامیابی

ہوگی۔ جو رحمت کا موجب نہ ہوگی۔ بلکہ عذاب کا باعث ہوگی۔ اور اللہ تعالے رحم کرے اس پر۔ جس کی طرف سے ایسی بنیاد رکھی جائے۔ جو اسکے لئے لعنت کا موجب ہو۔ جو کام تجویز کیا گیا ہے وہ ایسا ہے۔ کہ اسکے نتائج فوری نہیں نکل سکتے۔ مگر وہ ہے اتنا ضروری۔ کہ اسکے بغیر نتائج نکل بھی نہیں سکتے۔ پس جب تک خاص دعائیں نہ کی جائیں۔ ہم کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اسلئے میں

دوستوں سے درخواست

کرتا ہوں۔ کہ اس عرصہ میں خصوصیت سے دعاؤں میں لگے رہیں۔ کہ خدا تعالے ہمیں یورپ کو اسلام میں لانے کی توفیق دے۔ اور اسلام بھی وہ جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے۔ اسوقت دنیا یہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کہ وہ اسلام اب پھیل سکتا ہے۔ ابھی ذوالفقار علیخاں صاحب پاسپورٹ لینے کے لئے گئے۔ تو ایک بڑے انگریز افسر نے کہا۔ کیا یہ ہوسکتا ہے۔ کہ تم ہماری عورتوں کو پردہ کا پابند بنا سکو۔ اگر کوئی اس بات کو دیکھکر یہ کہدے کہ اچھا پردہ کو جانے دو۔ تو پھر کہا جائیگا۔ ان ممالک میں شراب نہیں چھوڑی جاسکتی۔ اسکے لئے یہ کہدیا جائے۔ کہ اچھا نشہ نہ ہو۔ ایک دو گلاس پی لیا کرو۔ اس طرح تو اسلام میں وہی خرابیاں پیدا ہو جائینگی جنہیں دور کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود آئے تھے۔ پس دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ میں بھی یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں آپ لوگوں کے لئے دعائیں کرتا رہوں گا۔ کہ آپ پر جو ذمہ داریاں ہیں۔ وہ عمدگی کے ساتھ بجا لاسکیں۔ اور آپ لوگ ہمارے لئے دعائیں کریں۔ کہ خدا تعالے ہمیں کامیاب کرے۔ اس موقعہ پر یہی ایک دوسرے کا تعاون ہے ؂

اللہ تعالے

آپ لوگوں کے اخلاص میں تقوی و طہارت میں ترقی دے۔ اسلام سے محبت اور لگاؤ پیدا کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود کی محبت دے۔ اسلام اور احمدیت کی محبت۔ دین کی تڑپ پیدا کرے۔ نفس کی ٹھوکروں سے بچائے۔ اور اپنے فضل کے سایہ کے نیچے رکھے۔ خدا تعالے آپ لوگوں سے ایسا راضی ہو۔ کہ پھر ناراض نہ ہو۔ اور ہم اس سے ایسے راضی ہوں۔ کہ کبھی ناراض نہ ہو۔ وہ ہمیں اس طرح نظر آئے۔ کہ کبھی ہماری نظروں سے پوشیدہ نہ ہو۔ اور اس طرح ہم اسے پائیں۔ کہ پھر کبھی نہ کھوئیں ؂

حضرت خلیفۃ المسیح کا سفر یورپ

دہلی سے آگے کے متعلق اجمالی رپورٹ

۱۳ ؍ جولائی سنہ ۱۹۲۴ء

فرید آباد فرید آباد کے سٹیشن پر حکیم محمد حسین صاحب آکر ملے۔ فرید آباد کے سٹیشن نے مرحوم ماسٹر احمد حسین صاحب کو یاد دلایا۔ کہ اس خاک سے ہمارے حصہ میں وہ اور ان کے بھائی شیخ عبد الرحمٰن آئے

کوسی کلاں حضرت صاحب جس کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ وہاں خانصاحب اور حافظ صاحب اور مصری صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب تھے اور خاکسار۔ مولوی رحیم بخش صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب دوسرے کمرے میں تھے۔ حضرت ازراہ تلطف اس کمرہ میں تشریف لے آئے۔ آپ آکر بیٹھے ہی تھے کہ دو سکھ سردار جن میں ایک بہت بڑے کنٹراکٹر ہیں۔ بمبئی راولپنڈی وغیرہ مختلف مقامات پر ان کے کاروبار کا سلسلہ ہے۔ حضرت کے حضور ارادت کے ساتھ حاضر ہوئے۔ اور مزاج پرسی کے بعد انہوں نے خاکسار عرفانی سے اپنا منشاء ظاہر کیا۔ کہ ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں۔ کہ ہم کو کوئی اوپدیش دیا جاوے ؂

میرے عرض کرنے پر حضور نے انسانی پیدائش کی غایت اور اس کے حصول کے طریق پر نہایت مختصر عام فہم تقریر فرمائی۔ اس تقریر کا خاص اثر ان پر تھا۔ چنانچہ رات کو کھانا کھانے کے بعد پھر وہ سکھ سردار حاضر ہوا۔ مگر اسوقت حضرت مع خدام کھانا کھانے کے لئے تشریف لے جارہے تھے۔ کھانا ڈائننگ کار میں کھایا ؂

متھرا جنکشن متھرا جنکشن ابھی آیا نہ تھا۔ کہ آپنے چودھری فتح محمد صاحب سے ملکانہ علاقہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ اور کہا۔ کہ مجھے دیہات دکھاتے چلو۔ آپ کو ملکانہ قوم کی فکر اس سفر میں بھی ہے۔ مگر چونکہ وہ سکھ سردار تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور ان سے سلسلہ تقریر شروع ہوگیا۔ اور اسی اثنا میں متھرا جنکشن آگیا۔ اس لئے حضور ملکانہ دیہات کیطرف توجہ نہ فرماسکے۔

متھرا جنکشن پر صیغہ انسداد ارتداد کے افسر اور کارکن موجود تھے۔ اور قائم گنج سے خانصاحب عبد الغفار خانصاحب جو برادر مکرم خانصاحب نواب اکبر یار جنگ (غلام اکبر خانصاحب) معتمد عدالت و کوتوالی و امور عامہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے اخلاص اور عقیدت کا اظہار کیا اور آگرہ چھاؤنی تک ساتھ آئے۔

سب سے زیادہ قابل نوٹ یہ امر ہے۔ کہ بعض وہ احباب بھی متھرا موجود تھے۔ جو سلسلہ میں اب داخل ہوئے ہیں۔ اور ایک خاص قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ انکے اخلاص سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ قوم ترقی کر رہی ہے ؂ (اللھم زد فزد)

دھولپور اور آگے دھولپور سے جب گاڑی نکل گئی۔ تو آپنے نماز ظہر و عصر جماعت کے ساتھ ادا کی۔ اور استراحت کے لئے لیٹ گئے۔ مگر وہ قلب جو قوم کے فکر میں گداز نہیں نہیں دنیا کی حالت پر نوحہ خوان ہو۔ اور دنیا کو آستانہ الہی پر لانے کے لئے بیتاب ہو۔ اور دنیا کی اخلاقی اور روحانی حالت کو دیکھ کر گریاں ہو۔ اسے چین کہاں۔ آپ لیٹے ہوئے تھے۔ اور قلم لیکر نوٹ بک پر کچھ لکھنے لگے۔ اور گن گنانے کی آواز نے میری توجہ کو کھینچا۔ توجہ کو کھینچا کیا۔ اس گن گنانے میں ایک شان محبوب جلوہ نما تھی۔

دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانیئے کیا یاد آیا

وہ گن گنانا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گن گنانے سے مشابہ تھا۔ میرے سامنے دار الامان کے بیت الفکر کے شرقی راستہ کا ایک دن آگیا۔ جب کہ حضرت اپنے کمرے میں ٹہلتے تھے۔ اور ایک قصیدہ لکھ رہے تھے۔ اور گنگناتے جاتے تھے۔ اس وقت ذوالفقار علی خانصاحب حضرت کو چاپی کر رہے تھے خانصاحب نے مجھے اشارہ کیا۔ کہ کوئی نظم لکھی جارہی ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے ایک ناتمام نظم ۱۲ اشعار پر مشتمل مولوی رحیم بخش صاحب درد کو دی۔ جنہوں نے اپنے درد آفرین لہجہ میں پڑھی۔ نظم کیا ہے۔ حضرت امام کے جذبات قلبی کا مرقع ہے۔ اور

کاغذ پر رکھدیا ہے کلیجہ نکال کے

دار الامان کی محبت اس کی عظمت۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اشاعت کا جوش۔ اپنے خدام قادیان کی قدر۔ اور قادیانی زندگی کا مقام۔ جماعت احمدیہ کا فرض تبلیغ میں نصب العین۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فضیلت مسیح ناصری علیہ السلام پر ایک لطیف استدلال اور اچھوتا نکتہ بیان فرمایا ہے۔ اور سب سے بڑی چیز

قادیان سے باہر جانے پر اپنی دلی کیفیت

کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ نظم جب شائع ہوگی۔ جماعت کو معلوم ہوگا کہ ان کا آقا اور امام اپنی جماعت کیلئے کیا درد کیا محبت اور تعلق

گاڑی کے پہونچتے ہی حضور کا مع ان خدام کے جو اس موقعہ پر حاضر تھے۔ ریلوے پلیٹ فارم پر فوٹو لیا گیا بعدہٗ مختلف احباب نے حضور کی ملاقات کی۔ اور گاڑی کے چلنے تک سخت ہجوم اور اژدہام رہا۔ بعض متھرا و قائم گنج کے احباب گاڑی کے چلنے پر وہاں ٹھیر گئے۔ لیکن احباب جماعت احمدیہ آگرہ اور مجاہدین میدان ارتداد کو حضور کی معیت کا آگرہ تک فخر حاصل ہوا۔ متھرا اور آگرہ کے درمیان جو مواضعات ملکانوں کے راستے میں پڑتے ہیں وہ مکرمی چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔ اے۔ نے حضور کو گاڑی سے دکھائے۔ اور حضور نے فرح کے سٹیشن پر گاڑی گذرتے وقت فرمایا۔ وہ جگہ کہاں ہے۔ جہاں ہندو ٹھاکروں نے اشدھی کے خلاف پنچایت کی تھی وہ جگہ بھی چوہدری صاحب موصوف نے حضور کو گاڑی پر سے دکھائی۔ پھر مکرمی ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم نے حضور سے ایک نظم اس موقعہ پر پڑھنے کی اجازت چاہی۔ ماسٹر صاحب نے اجازت ملنے پر ایک پر درد نظم سنائی۔ جسکے بعد حضور نے عین اسوقت جبکہ حضور علاقہ ملکانہ میں سے گذر رہے تھے۔ علاقہ ملکانہ اور دوسرے اہم معاملات کے متعلق مع جمیع حاضرین لمبی گداز دعا فرمائی۔

اسکے بعد حضور نے میدان ارتداد میں عید کے موقعہ پر قربانیوں کے متعلق خاکسار سے پوچھا جب حضور کو آمدہ رقوم برائے قربانیاں بتلائی گئیں پھر حضور نے اپنی جیب خاص سے ایک قربانی کے لئے روپے مرحمت فرمائے۔ اور فرمایا کہ کل (عید کے دن) دس بجے تک یہ قربانی ہماری طرف سے بھی کر دی جائے (حضور کے ارشاد کے مطابق یہ قربانی کر دی گئی) بعدہٗ حضور نے سکندرہ کو گاڑی سے دیکھا اور مکرمی چوہدری صاحب موصوف نے موضع سکندرہ کے حالات حضور کی خدمت میں عرض کئے۔

اسی دوران میں گاڑی آگرہ چھاؤنی پر پہنچ گئی۔ اور جملہ احباب آگرہ حضور کی ملاقات کے بعد یہ دعا کرتے ہوئے کہ بسلامت روی وبازآئی آگرہ سٹیشن پر اتر پڑے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور کو مع خدام بخیر و عافیت پہنچائے اور حضور فائز المرام بخیریت دارالامان پہنچیں۔ آمین ثم آمین

خاکسار

یوسف علی۔ بی۔ اے۔ امیر المجاہدین آگرہ

حضرت خلیفۃ المسیح کے تشریف لے جانے کا قادیان تا لنڈن رستہ

(نوٹ) (۱) خشکی کے رستہ کی علامت۔
(۲) بحری رستہ کی علامت۔

باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر شائع ہوا

اخلاص و محبت کا ایک عجیب منظر

بٹالہ سٹیشن پر میں نے محبت و اخلاص کا ایک عجیب منظر دیکھا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ محبت رقت کس طرح پیدا کر دیتی ہے۔ میں نے ایک قریب بہ بلوغ لڑکے اور ایک بڑھے کو دیکھا۔ کہ وہ چیخیں مار مار کر رو رہے تھے۔ محض اس لئے کہ اس ہجوم میں ان کو زیارت اور مصافحہ کا موقعہ نہیں ملتا۔ اور وہ اتنی دوڑ دھوپ کر کے اپنے گاؤں سے اسی غرض کے لئے آئے تھے۔ یہ واقعات اپنے اثر اور کیف کو جس طرح قلوب میں ڈالتے ہیں۔ وہ الفاظ سے بیان نہیں ہو سکتا۔ ایسے مناظر کا مفہوم صرف آنکھ دکھاتی ہے۔ گویا زبانِ چشم بیان کرتی ہے۔ اور گوش دل ان رموز کو سنتا سمجھتا۔ اور بالآخر لذت حاصل کرتا ہے۔

دوسروں کا بھی حق ہے

ایک ہی کمرے میں چونکہ سب دوست نہ بیٹھ سکتے تھے۔ اس لئے دوجنتی پور جب پہونچے۔ تو فرمایا۔ کہ

"اب میں تھوڑی دیر ادھر جا کر بیٹھتا ہوں۔ کہ سب کا حق ہے"

چنانچہ آپ دوسرے کمرے میں تشریف لے گئے۔ یہ احساس مبارک جماعت کی تربیت کا اصلی راز ہے۔ آپ کو اپنے تمام خدام سے جو تعلق ہے۔ وہ وہی ہے۔ جو

ایک ماں کو اپنے بچوں سے ہوتا ہے

سفر کا معاملہ ہے۔ ہر شخص جانتا ہے۔ کہ ہر شخص اس کمرہ میں نہیں آسکتا۔ جس میں آپ تھے۔ مگر آپ اس مقام پر بھی۔ اور ایسے حالات میں بھی دوسروں کے جذباتی حقوق کی نگہداشت فرماتے ہیں۔ اور اپنے عمل سے دکھاتے ہیں کہ جذباتی حقوق اور احساسات کی نگہداشت کس طرح ہو سکتی ہے۔

اپنے رفقاء سفر کو کئی مرتبہ ایک دوسرے کے احساسات کی نگہداشت کے لئے ہدایت فرما چکے ہیں۔ اور میں نے ہمیشہ دیکھا ہے۔ کہ آپ اس کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ امرتسر پہونچکر جب ہم سب خواجہ منظور حسین صاحب کی کوٹھی پر پہونچ گئے۔ اور کھانے کے کمرے میں گئے۔ تو آپ نے خاکسار عرفانی کو فرمایا۔ کہ "کھانے کا انتظام تمام آنے والوں کے لئے ہے۔ یا صرف ہمارے لئے۔ اگر ہمارے ہی لئے ہے۔ تب بھی سب کو بلا لو۔ ایک کھانا دو کے لئے کافی ہوتا ہے"

اور فرمایا۔ کہ ایسے طور پر یہ امر معلوم کرو۔ کہ کسی کو ناگوار نہ گذرے۔ لیکن کھانے کا انتظام جماعت نے کیا ہوا تھا۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا۔ کہ سب دوست جنہوں نے کھانا ابھی نہیں کھایا۔ کھانے کے لئے آگئے ہیں۔ تب آپ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

ایسا ہی کتھونگل کے سٹیشن پر ایک ہجوم دوڑ کر آیا۔ اور گاڑی میں جو پہلے ہی بھری ہوئی تھی۔ مصافحہ کے لئے اندر آگھسا۔ کیونکہ اسی امر نے آنے والوں کو ان کے گھروں سے جو کتھونگل سے دور تھے۔ اس شدت گرما میں نکالا تھا۔ ہجوم مردمان سے تنفس اور پسینہ کی وجہ سے دم گھٹنے لگتا ہے۔ اور جو حالت ہوتی ہے وہ سب جانتے ہیں۔ ایک دوست نے اس ہجوم کو روکنا چاہا۔ آپ نے فرمایا۔

"مت روکو۔ ملنے ہی کے لئے آئے ہیں۔ آنے دو۔ وہ اسی غرض کے واسطے تو سفر کر کے آئے ہیں۔ کسی کو بھی نہ روکا جاوے"

اسی سٹیشن پر مولوی محمد اسماعیل صاحب کسی دوسری گاڑی میں سے نکل کر آئے۔ ان کو دیکھ کر مسکرا کر پوچھا۔ "آپ کب آگئے۔ ہم نے سمجھا تھا۔ چلے گئے۔ ایک دوست نے وثوق سے کہا تھا۔ کہ چلے گئے"

اس استفسار کی تفسیر طویل ہے۔ آپ کو اپنے خدام سے جو تعلق ہے۔ وہ اس کی شرح ہے۔

آپ کی مصروفیت کا عالم

احباب کی آمد ملاقات اور ان کے مصافحات کے جواب کے بعد آپ نے گاڑی میں بھی کام کو جاری رکھا۔ کتھونگل سے جب گاڑی چل پڑی۔ تو آپ قلم کاغذ لیکر بیٹھ گئے۔ اور آپ نے تین تار اپنے ہاتھ سے لکھے۔ ایک برلن کو ایک بمبئی کو۔ اور ایک دلی کو۔ بمبئی میں جو تار دیا گیا تھا۔ اس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ عید کی نماز میں توقف کرو۔ تاکہ ہم شامل ہو جائیں۔ اسوقت تک پروگرام کے لحاظ سے یہی خیال تھا۔ کہ بی۔ بی۔ اینڈ سی۔ آئی ریلوے پر ہم سوار ہو سکیں گے۔ اسلئے آپ کا عزم تھا۔ کہ گاڑی سے اترتے ہی عید کی نماز کو جائینگے۔ لیکن جب سہارنپور آکر معلوم ہوا۔ کہ ہم اس گاڑی کو مس کر چکے ہیں۔ تو پھر تار دیا گیا۔ کہ نماز پڑھ لیں

قدرتی طور پر انسان آرام چاہتا ہے۔ اور پھر سفر میں اور بھی اسکی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر حضرت امام کو دیکھو گذشتہ چار ماہ سے بے حد مصروف ہیں۔ یہاں تک کہ کبھی تین چار گھنٹہ سے زیادہ سو نہیں سکے۔ چنانچہ جب آپ سے ذوالفقار علی خاں صاحب نے پوچھا۔ کہ آپ کی نیند کا معمولی وقت کتنا ہے۔ تو فرمایا "کوئی معمول ہی نہیں رہا" آپ کا یہ طرز عمل بالکل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کلام کی عملی تفسیر ہے۔

ہمہ درد در این عالم امان و عافیت خواہد
چہ افتاد این سر ما را کہ میخواہد مصیبت را

گاڑی کا انتظام و ریلوے حکام کا شکریہ

بابو عبد الحمید صاحب سکرٹری لاہور نے حکام ریلوے سے ایک چٹھی کے ذریعہ خواہش کی تھی۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز امام جماعت احمدیہ معہ اپنے خدام کے ولایت جا رہے ہیں۔ ان کے لئے ایک گاڑی ریزرو کی جاوے۔ تاکہ راستہ میں تکلیف نہ ہو۔ حکام ریلوے نے اسکے متعلق ضروری احکام جاری کر دیئے تھے۔ اگرچہ یہ ایک ان کا عملی ضابطہ ہے۔ مگر ہم کو جو شکر گذاری کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسکے لئے ان کے شکر گذار ہیں۔ اور بابو عبد الحمید صاحب کے ذریعہ لاہور کی جماعت کی یہ کوشش قابل تحسین ہے۔

بٹالہ سے ہی ٹکٹ دہلی تک کے لئے گئے تھے۔ جو بی۔ بی اینڈ سی۔ آئی۔ ریلوے کا آخری سٹیشن ہے۔ اگرچہ یہ اسلئے کیا گیا تھا۔ کہ ہم کو دہلی میں ٹکٹوں اور سامان بمبئی کے بک کرانے کیلئے تکلیف نہ ہو۔ گاڑی کے بروقت نہ پہونچ سکنے کی وجہ سے یہ بجائے خود کسی قدر تکلیف کا موجب ہوا۔ جیسا کہ قارئین کرام پڑھ چکے ہیں۔ سہارنپور سے ہم بمبئی میل میں سوار ہو چکے ہیں۔ اور اسی میں اسوقت تک کہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں (۱۷ جولائی ۱۹۲۴ء ۱۰ بجے دن) جا رہے ہیں۔

مکرمی خانصاحب ذوالفقار علی خاں صاحب کی رفاقت نے خدا کے فضل سے بہت مدد دی۔ ان کی دوڑ دھوپ اور بعض شملہ کے احباب کے تعاون نے بمبئی میل میں انتظام کرا دیا۔ اور سامان جو بک ہو چکا تھا۔ اسے بمبئی میل میں رکھوانے کے لئے بہت کوشش درکار تھی۔ اور خدا نے اسکے سامان کر دیئے۔

ہندوؤں کے پرانے شہر متھرا کے سٹیشن پر

امام جماعت احمدیہ کی آمد

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مع خدام کے جنکو آپ کے اس سفر مبارک میں حضور کی معیت کا شرف حاصل ہے متھرا ریلوے سٹیشن پر جی۔ آئی۔ پی۔ میل میں ۷ بجکر گیارہ منٹ پر پہونچے۔ ریلوے پلیٹ فارم پر آپ کی زیارت کے لئے علاوہ احمدی احباب جماعت آگرہ و مجاہدین میدان ارتداد و احمدی احباب قائم گنج و کاس گنج۔ متھرا شہر کے غیر احمدی احباب بھی موجود تھے۔ اگرچہ بوجہ بارش موسم خراب تھا۔ لیکن اشتیاق زیارت کو کوئی چیز روک نہ سکی